ڈاکٹر محمد ندیم اسلم (روش ندیم)
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

اردو، ارتقائے اردو اور اسمائے اردو: ایک معروف نقطۂ نظر

There are many theories and concepts regarding origin and evolution of Urdu language. But one of them is very popular which deals with genetic category of language and is also called monogenesis theory. According to it Urdu language grows with different names in different historical stages in different areas which also proved by literary or creative texts.

اردو زبان کے آغاز سے متعلق پیش کردہ کچھ نظریات میں ہندستان کیمسلم فاتحین کی زبان کے مقامی زبانوں سے میل ملاپ کو اس کے آغاز کا محرک قرار دیا گیا ہے جبکہ ان کے ردعمل کئی نظریات میں اردو کو یہیں کی قدیم زبان قرار دیتے ہوئے اسے ہندستان کے تاریخی ادوار سے جوڑا جاتا ہےجیسے: پنجاب میں اردو (حافظ محمود شیرانی، ڈاکٹر محی الدین زور، حکیم شمس اللہ قادری اور پروفیسر عبدالقادری سروری)،دکن میں اردو (نصیر الدین ہاشمی، ڈاکٹر سینتی کمار چیٹر جی اور ڈاکٹر عبدالحق)،شمالی ہندیا دّلی میں اردو (محمد حسین آزاد، ڈاکٹر گریئرسن اور ڈاکٹر اختر احمد اورینوی)، گجرات میں اردو (سید سلیمان ندوی، حکیم شمس اللہ قادری،حامد حسن قادری اور پروفیسر عبدالمجید صدیقی)، اردو قبل از آریائی یعنی دراوڑی زبان یا ویدک عہد کی زبان (عین الحق فرید کوٹی،شوکت سبزواری) وغیرہ۔دراصل ماہرینِ لسانیات دنیا میں بولی جانے والی زبانوں کو جغرافیائی، جینیاتی اور صرفی ونحوی گروہوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ان میں جینیاتی حوالے سے' مونوجینے سز' نظریے کے حامی ماہرین کا گروہ جینیاتی لسانی درجہ بندی اس بات پر کرتا ہے کہ تمام زبانیں کسی ایک ہی زبان سے پیدا ہوئی ہیں۔یعنی زبانوں کی گروہ بندی ان کی کسی ایک بنیادی زبان سے ماخوذ ہونے کی بناپر کی جاتی ہے اور ایک زبان سے بننے والی دیگر زبانوں پر ایک دوسرے کے اثرات تلاش کیے جاتے ہیں۔ہمارے لسانی ماہرین کا ایک گروہ اس پس منظر میں اردو زبان کو اسی کی ایک مثال سمجھتا ہے۔[1] اور عام طور پر یہی نظریہ ہمارے ہاں مقبول بھی ہے، جس کے مطابق لسانیاتی گروہ بندی کے تحت اردو کا تعلق یورپی زبانوں کے خاندان کی ذیلی شاخ ہند ایرانی خاندان سے ہے، جس میں اوستائی، سنسکرت، قدیم فارسی اور پاک وہندسمیت افغانستان، ایران اور روس میں بولی جانے والی جدید زبانیں بھی شامل ہیں۔[2]

اردو کو غالب طور پر ایک ہندی آریائی زبان تصور کیا جاتا ہے۔شمالی ہندوستان میں ہند آریائی زبانوں کا آغاز ۱۵۰۰ء قبل مسیح سے ۵۰۰ قبل مسیح کے دوران آریاؤں کی مسلسل آمد سے ہوتا ہے۔جنھوں نے یہاں سب سے پہلے مقدس رگ ویدکی زبان ''ویدک سنسکرت'' کو تشکیل دیا جو شمال مغرب، پنجاب وکشمیر سے سندھ تک کے نشیبی علاقوں پر چھا گئی۔ بعد ازاں اس کی جگہ تلفظ وقواعد کے لحاظ سے آسان و سادہ ''پراکرت'' نے لے لی۔آریاؤں کی آمد کے آخری دور میں ہرات وقندھار کے درمیانی علاقے کی ''ابھیر'' نامی قوم بھی ہندستان میں داخل ہوئی۔سنہ عیسوی کے ابتدائی زمانے کی تصنیف ''ناٹیا شاستر'' میں ابھیروں کی زبان کو وی بھرشٹ یاوی بھاشا کا نام دیا گیا ہے۔چھٹی صدی عیسوی تک یہ بولی اب بھرنش کے نام سے عام زبان کے طور پر اتنی ترقی کر چکی تھی کہ

اسے پراکرت اور سنسکرت کے ہم پلہ قرار دیا جانے لگا۔بقول ڈاکٹر جمیل جالبی:

جب علاقائی زبانوں کی آمیزش ہوئی اور اپ بھرنش کی نشوونما ہوئی تو کوئی پساچی اپ بھرنش کہلائی اور کوئی شورسینی اپ بھرنش کے نام سے موسوم ہوئی۔کسی کا نام ماگدھی اپ بھرنش پڑا اور کسی کا اردھ ماگدھی اور مہاراشٹری اپ بھرنش، ان اپ بھرنشوں میں شورسینی اپ بھرنش کا حلقہ اثر سب سے زیادہ وسیع تھا۔۔۔گجرات کے جین عالم ہیم چندر نے اپنی قواعد کی مشہور کتاب ''سدھ ہیم چندر شبد انوشاسن'' میں اپنے سے پہلے زمانے کی تصانیف سے اپ بھرنش کے جو دوہے دیے ہیں،ان سے اس زبان کے رنگ وروپ کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔مثلاً

بھلا ہوا جو مار یا بہنی مہارا کنتو ؎

لج جینج تودیں سی آہو جئ بھگا گھرونتو

(اے بہن بھلا ہوا جو ہمارا کانت مارا گیا۔اگر وہ بھاگ کر گھر آتا تو میں سہیلیوں سے شرمندہ ہوتی)[۳]

اس دوہے میں پنجابی، سرائیکی، گجراتی، راجھستانی، کھڑی اور برج بھاشاوغیرہ کے ملے جلے اثرات واضح طور پر دیکھے جاسکتے ہیں۔شورسینی اپ بھرنش کا قدیم روپ یہی ہے اوراردو اسی بین الاقوامی، ملک گیرشورسینی اپ بھرنش کا جدید ترین روپ ہے۔

ڈاکٹر مسعود حسین خان نے ہند آریائی زبان کے تاریخی اعتبار سے تین ادوارعہد قدیم (۱۵۰۰قم تا ۵۰۰قم)،عہد وسطی (۵۰۰ قم تا ۶۰۰ء)اور بعد کا دور (۶۰۰ء تا ۱۰۰۰ء) قائم کیے ہیں[۴] ان کے خیال میں ہند آریائی زبانوں کے عہدِ قدیم میں رگ وید کے علاوہ کوئی قابلِ ذکر تصنیف نظر نہیں آتی کیونکہ اس وقت تک ہند یورپی زبان اپنی ارتقائی منزل یعنی ہندایرانی سے گزر کر خالص ہند آریائی شکل اختیار کرچکی تھی۔آریائی تہذیب کے اس وقت دو بڑے مراکز مغرب میں گندھارا اور مشرق میں براہمہ ورتا (پٹیالہ اور کرنال کے اضلاع) تھے[۵] بعدازاں آریائی تہذیب اور زبانیں انہی علاقوں سے نکل کر ہندوستان کے دوسرے علاقوں تک پہنچیں۔

سنسکرت کے ارتقا سے اس کی دو شاخیں ویدک سنسکرت اور ادبی سنسکرت وجود میں آئی جو اپنے فطری رجحان کی وجہ سے'پراکرت' کہلائی۔ ڈاکٹر مسعود حسین خان کے بقول آریائی زبانوں کے وسطی عہدمیں پراکرت کی شکلیں مہاراشٹری، پساچی، ماگدھی،اردھ ماگدھی اور شورسینی کہلاتی تھیں۔ اپ بھرنش شورسینی سے نکلی تھی جو بالآخر عوامی زبان گئی، اپ بھرنش کی اقسام میں کئی زبانیں شامل تھیں: ا۔ شورسینی اپ بھرنش (کھڑی بولیعینیو جودہ اردو، راجستھانی، پنجابی مشرقی، گجراتی اور پہاڑی بولیاں)،۲۔ ماگدھی اپ بھرنش(براچیہ، گوڑ، ڈھکئی، اڑیا وغیرہ)۳۔اردھ اپ بھرنش(پوربی ہندی یعنیاودھی وغیرہ)،۴۔مہاراشٹری اپ بھرنش۔ ڈاکٹر سینتی کمار چیٹر جی کی جدید ہندستانی زبانوں کی گروہ بندی[۶] تمام جنوبی ایشیا کے لسانی نقشے کو بھی ظاہر کرتی ہے۔جن کے مابین لنگوا فرانکا کوبھی تلاش کیا جاسکتا ہے : (۱) مدھیہ دیشی مغربی ہندی، (۲) درمیانی زبانیں:الف:مدھیہ دیشی(پنجابی، راجستھان کی مارواڑی، مالوی، جے پوری اور میواتی، گجراتی اور پہاڑی بولیاں)،ب: بیرونی (پوربی ہندی)،(۳) شمال مغربی ہندوستانی (لہندایعنی مغربی پنجابی اور سندھی)، (۴) مشرقی ہندوستانی (میتھلی، مگھی، بھوج پوری، اڑیا، بنگالی، آسامی)،(۵) جنوبی ہندوستانی آریائی(مرہٹی) ۔چونکہ مدھیہ پردیش میں سنسکرت،شورسینی پراکرت اورشورسینی اپ بھرنش پروان چڑھیں اس لئے ان زبانوں میں سے مغربی ہندی کو مدھیہ دیش کی زبان ہونے کی وجہ سے ہند آریائی زبان کا بہترین نمائندہ تصور کیا جاتا ہے، جن کی ایک ترقی یافتہ صورت

کھڑی بولی اور برج بھاشا میں نظر آتی ہی جو آگے چل کر اردو کہلائی۔ ہندو اہلِ علم عام طور سے برج، قنوجی، ہندیلی وغیرہ بولیوں سے امتیاز کے لیے جو اس وقت ''پڑی'' کہلاتی تھیں، کھڑی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔'' اردو، ہندوستانی سے ترقی پا کر بنی جو دہلی، میرٹھ اور اس کے نواح میں بولی جاتی تھی، جب مسلمان فاتحانہ شان سے دہلی میں داخل ہوئے تو ہندوستانی، دہلی کے بازاروں میں بول چال کی حیثیت رائج تھی۔''[۷]

ڈاکٹر سہیل بخاری کی رائے میں عام طور پر زبان کا نام اس کے علاقے کی نسبت سے ہوتا ہے، چنانچہ ہماری زبان اردو کا اصلی اور قدیم نام کھڑی بولی ہے اور اردو اس کا دوسرا نام ہے جو عہدِ شاہ جہانی میں یا اس کے بعد رکھا گیا تھا۔[۸] ''کھڑی کا نام بھی علاقہ کھڑ سے اپنا تعلق ظاہر کر رہا ہے۔۔۔ اور کھڑ غالباً اڑیسہ کے جنوب میں سمندر کے قریب واقع ایک کٹا پھٹا علاقہ ہے کیونکہ کھڑ کے متبادل الفاظ کھنڈ اور کاٹ ہیں''۔[۹]

مغربی یورپ جانے والے آریائی گروہ نے ہند یورپی زبانوں کے خاندان کو جنم دیا جبکہ دوسرا گروہ ، بحرہ کیسپیئن کے شمال سے ہوتا ہوا موجودہ بدخشاں اور کوہِ کند کے علاقے میں پہنچا۔اس گروہ کا ایک جتھہ مشرقی ایران اور دوسرا دریائے کابل کی وادی سے ہندوستان آیا، جس نے ہند ایرانی سے، ہند آریائی زبانوں کو جنم دیا۔ آریاؤں کی سنسکرت زبان کے قدیم نمونے ''رگ وید'' ، ''پراکرت'' نامی عوامی بولیوں پر مشتمل مقدس بدھ اور جینی کتابوں اور اشوک کی کندہ لاٹوں پر مشتمل ہیں۔عوامی پراکرتوں سے آریائی زبان کی مختلف شکلیں بنیں جو اپ بھرنش کہلائیں، یہی راجپوت دور (۸۰۰ء تا ۱۰۰۰ء) میں شمالی ہند کی ادبی زبان بنی۔

گو ۵۰۰ق م آریائی ہجرت کی تکمیل سے محمد بن قاسم کی ہندستان آمد تک کا دور جدید تمدنی و لسانی تبدیلیوں کی تمہید کا دور بھی ہے۔ اولین طور پر مالابار میں مسلم تاجروں، سندھ وملتان میں محمد بن قاسم اور پنجاب میں محمود غزنوی کی آمد (۱۰۰۰ء) سے ہندستان میں نئے دور کا آغاز ہوا جب اپ بھرنش اپنے عروج پر تھی۔غزنوی خاندان کے ایک سو ستر سالہ دور میں ایک نئی مخلوط رابطہ زبان 'ہندی' کہلائی۔ اس دور میں ابوریحان البیرونی نے لاہور اور ملتان میں ہندی اور سنسکرت زبانیں سیکھیں اور تراجم کیے ۔ابھی اپ بھرنش کا ایک قدیم ہندی روپ ہی رائج تھا۔ اسی دور کے پہلے ہندی صاحبِ دیوان شاعر مسعود سعد سلمان کے بارے میں امیر خسرو نے لکھا کہ:''پیش ازیں از شاہانِ سخن کسے راسہ دیوان۔درعبارت عربی وفارسی وہندوی است''[۱۰] ایک نظریے کے مطابق سنسکرت کے خاتمے کے بعد اپ بھرنش سے نئی آریائی زبانوں (برج بھاشا اور کھڑی بولی) کا آغاز اسی مسلم دور سے ہوا۔کچھ اردو ماہرین کے بقول ۱۱۶۹ء میں قطب الدین ایبک کی لاہور سے دہلی منتقلی اس لئے اہم کیونکہ اس کے ساتھ دہلی آنے والوں میں پنجابیوں کی تعداد ترکوں، خلجیوں اور افغانوں سے زیادہ تھی، لہٰذا یہ فوجی اور دیگر متوسلین پنجاب سے ہی ہندی یا ہندوی زبان لے کر چلے ہوں گے۔ پنجابی جاٹوں کا داماد اور والیٔ لاہور غازی ملک تغلق ۱۳۰۰ء میں پنجابی فوج کے ذریعے غیاث الدین تغلق کے نام سے دہلی کا سلطان بنا۔ اسی کے بیٹے محمد تغلق (۱۳۳۲ء) نے دارالسلطنت کی تبدیلی کے ذریعے دہلی کی زبان کو دکن کے پہنچایا۔ اس کے بعد تین سو پچاس سال تک بہمنی اور بعدازاں قطب شاہی اور عادل شاہی خاندانوں کے ادوار میں اسی نئی زبان کا فروغ ہوا۔ فیروز شاہ تغلق کی وفات کے بعد سے جلال الدین اکبر کی دوبارہ فتح (۱۵۶۰ء) تک گجرات بھی دکن کی طرح تقریباً دو سو سال تک دہلی سے الگ رہا ۔کئی اردو ماہرین پنجاب و دلی سے دکن و گجرات تک کے ان سیاسی واقعات کو اردو کی تمہید قرار دیتے ہیں۔ شیخ فریدالدین گنج شکر

(وفات ۱۲۲۹ء) سے منسوب اس دور کی اردو کا ایک نقش کچھ یوں ہے:

وقتِ سحر وقتِ مناجات ہے
خیزدراں وقت کہ برکات ہے
نفس مبادا کہ بگو ید ترا
خسپ چہ خیزی کہ ابھی رات ہے
بادم خود ہمدم وہشیار باش
صحبتِ اغیار بری بات ہے[۱۱]

زبان کا یہی اسلوب ریختہ کہلایا جسے امیر خسرو، ابوالفضل، شیخ بہاء الدین باجن نے دہلوی بھی کہا:

زحالِ مسکیں مکن تغافل دورائے نیناں بنائے بتیاں
چو تابِ ہجراں ندارم ایجاں، نہ لیو گاہے لگائے چھتیاں(امیر خسرو)[۱۲]
بدین دنیائے دہ روزی بڑائی کائی کیوں کریئے
اگر صد سال عمر ت شد نہایت ایک دن مریئے(شیخ جنید)[۱۳]
آں سیم تن گوید مراد رکوے ما آئی چرا
ماہی صفت ترپھوں جوتک نہ دیکھوں جائے کر(حسن دہلوی)[۱۴]

شہنشاہ اکبر کے دور میں مروج ہونے والے لفظ ریختہ سے مراد ہندی اور فارسی راگوں کو ملا کر اختراع کرنا یا مختلف زبانوں کی آمیزش کر کے شاعری کرنا تھا۔بعدازاں ہندی یا ہندوی کے متوازی یہ لفظ تمام اردو شاعری کے لیے استعمال ہونے لگا، جیسے ''عود ہندی'' کے مصنف مرزا غالب کے بقول:

''ریختہ کے تمہی استاد نہیں ہو غالب''[۱۵]

میر اثر نے بھی اپنی مثنوی ''خواب وخیال'' میں اپنی زبان کو ہندوی قرار دیتے ہیں:

فارسی سو ہیں، ہندوی سو ہیں
باقی اشعار مثنوی سو ہیں[۱۶]

کو ریختہ کے بانی امیر خسرو اپنی زبان کو ہندوی قرار دیتے ہیں:

چومن طوطی ہندم از راست پرسی
زمن ہندوی پرس تا نغز گویم[۱۷]

ہندی کے حوالے سے وہ اپنی زباندانی کا حوالہ یوں بھی دیتے ہیں:

غلط کردم گر از دانش زنی دم
نہ لفظ ہندی ست از پارسی کم
وگر غالب زبانہا در رے دردم
کم از ہندی ست شد زندیشہ معلوم
زبانِ ہند ہم تازی مثال است
کہ آمیزش درآں حاکم مجال است[۱۸]

بقول ڈاکٹر جمیل جالبی:

ان (خسرو) کے کلام کو دیکھ کر دو باتوں کا پتا چلتا ہے ایک یہ کہ اب یہ زبان قدیم اپ بھرنش کے دائرے سے باہر نکل آئی ہے اور دہلی اور اطرافِ دہلی کی زبانوں سے مل کر اپنی تشکیل کے ایک نئے دور میں داخل ہوگئی ہے جس پر کھڑی بولی اور برج بھاشا دونوں اثرانداز ہوئی ہیں۔ دوسرے یہ کہ وہ اب دہلی پہنچ کر اتنی صاف ہوگئی ہے کہ اس میں شاعری کی جاسکے۔[۱۹]

اسی دور میں کھڑی بولی کے بھگتی شعراء کبیرداس (پوربی)، گرونانک (پنجابی) اور نام دیو (مرہٹی) کا کلام دیکھئے:

جو بچھڑے ہیں پیارے سے بھٹکتے دربدر پھرتے
ہمارا یار ہے ہم میں ہمن کوں انتظاری کیا(کبیرداس)[۲۰]
چلتی چاکی دیکھ کے دیا کبیر اروئے
دوئی پاٹن کے بیتر آ ثابت گیا نہ کوئے(کبیر داس)[۲۱]
مائے نہ ہوتی باپ نہ ہوتا کرم نہ ہوتی کائیا
ہم نہیں ہوتے تم نہیں ہوتے کون کہاں تے آئیا(نام دیو)[۲۲]
در، محلاں، لبستی، گھوڑے چھوڑ ولایت دیس گئے
پیر، پیگامبر، سالک، صادق چھوڑی دنیا تھائیں گے(گرونانک)[۲۳]

نانک دنیا کیسی ہوئی
سالک مت نہ رہیو کوئی
بھائی بندھی پیت چکایا
دنیا کارن دین گنوایا(گرونانک)[۲۴]

ڈاکٹر سلیم اختر اردو کے ایک قدیمی نام ہندی کے بارے میں لکھتے ہیں:

لسانی محققین کی اکثریت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ ہندوستان کی نسبت سے اسے 'ہندی' یا 'ہندوی' کہا جاتا ہے۔ اس نام کی شہادت قدیم لغات اور ادبی تصانیف سے بھی ملتی ہے۔ چنانچہ ۱۳۹۲ء میں قاضی خان بدر سے لے کر ۱۷۴۲ء میں سراج الدین آرزو تک سبھی قدیم لغت نویسوں نے ہندوستان کی زبان کو 'ہندی' یا 'ہندوی' لکھا ہے۔۔۔ ہندی نام کا تاریخی اور غالباً قدیم ترین حوالہ ''تزکِ بابری'' (۱۵۳۰ء۔۱۴۸۳ء) میں سے ملتا ہے، جس میں بابر نے یہ شعر ہندی کے طور پر درج کیا ہے:

ے مج کا نہ کچ ہوس مانک موتی
فقرا چالنا بس، بل کسدر پانی وروتی [۲۵]

شمالی ہند میں اردو شاعری کا اولین مستند نمونہ محمد افضل افضل کی 'بکٹ کہانی' (بارہ ماسہ) امیر خسرو کے بہت عرصے بعد آئی:

سنو سکھیو! بکٹ میری کہانی
بھئی ہوں عشق کے غم سوں دوانی
نہ مجھ کو بھوک دن، نا نیند راتا
برہ کے درد سوں سینہ پراتا
تمامی لوگ مجھ بوری کہے ری
خردِ گم کردہ مجنوں ہورہی ری
کہو کیسے جیویں پیو باج ناری
جنہیں رووت گئی ہے عمر ساری [۲۶]

اٹھارہویں صدی عیسوی میں میر جعفر زٹلی کے ہاتھوں شمالی ہند میں آغاز ہونے والی اردو شاعری کا نمونہ کلام یوں ہے:

گیا جو بنا اب کہاں پایئے
اگر کانورو دیس بھی جایئے [۲۷]

شمالی ہند کی پہلی اردو نثری تصنیف بھی اسی دور میں فضل علی فضل کی ''کربل کتھا'' (۱۷۳۲ء) ہے۔ [۲۸]

اردو زبان کے حوالے سے مغل دور کی دو مثالیں درج ذیل کے اشعار ہیں:

دیں جگہ زخم جفا کو دلِ صد چاک میں ہم
دیکھیں گر کچھ بھی وفا اس بتِ بے باک میں ہم (نور جہاں) [۲۹]

خدا نے کس شہر اندر ہمن کو لائے ڈالا ہے
نہ دلبر ہے نہ ساقی ہے نہ شیشہ ہے نہ پیالا ہے(چندر جہاں برہمن)[۳۰]

شمالی ہند میں صدی بھر فروغ پانے کے بعد اردو نے محمد تغلق کے ہاتھوں ۱۳۲۷ء میں دولت آباد (دیوگیر) میں دارالسلطنت کی منتقلی کے بعد دکن کا رخ کیا جہاں یہ 'دکنی' کہلائی۔ ڈاکٹر جمیل جالبیکے بقول اس نئی سلطنت کی بنیاد میں شمال دشمنی کے جذبات شامل تھے۔ شمال دشمنی کے جوش میں انہوں نے سیاسی لائحہ عمل کے طور پر ان تمام عناصر کو ابھارا جو شمال سے مختلف اور خصوصیت کے ساتھ دکن سے تعلق رکھتے تھے۔ ایک موثر نفسیاتی حربے کے طور پر بہمنیوں نے دل کھول کر مقامی روایات ، دیسی رسوم ورواج، میلوں ٹھیلوں اور تہواروں کو ترقی دی۔

باہمی ربط وضبط، میل جول اور معاشرت وتہذیب کو گہرا کرنے کے لیے اس زبان کی سرپرستی کی۔۔۔ جسے ہم آج اردو کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اس عمل نے جنوب نے شمال کے خلاف ایک تہذیبی دیوارِ مدافعت کھڑی کردی اور برعظیم کے یہ دونوں حصے ایک طویل عرصے کے لیے ایک دوسرے سے کٹ کر رہ گئے۔ اس کا ایک نتیجہ یہ بھی ہوا کہ تقریباً تین سو سال سے زیادہ عرصے تک یہ زبان جو شمالی ہند سے آئی تھی سرزمین دکن کے لسانی وتہذیبی اثرات قبول کرتی ہوئی آزادانہ طور پر نشوونما پاتی رہی۔ متحدہ محاذ کی یہی وہ زبان ہے جسے ہم ''دکنی اردو' کے نام سے پکارتے ہیں اور جس کا ادب اردو زبان کی تاریک میں ایک ابدی نشانِ راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔[۳۱]

اہلِ دکن کی سرکاری فارسی سے دوری اردو کے حق میں ثابت ہوئی۔ ڈاکٹر شوکت سبزواری کا خیال ہے کہ دکنی اردو کی قدیم ترین تصنیف ''معراج العاشقین'' ہے جسے خواجہ بندہ نواز گیسو دراز نے چودھویں صدی میں تصنیف کیا۔[۳۲] اب تک کی دریافت شدہ اردو کی سب سے پہلی تصنیف 'مثنوی کدم راؤ پدم راؤ' ہے جسے بہمنی دور کے فخر دین نظامی نے تحریر کیا۔ قطب شاہی بادشاہ قلی قطب شاہ(۱۸۵۰ء۔۱۶۱۲ء) اردو کا پہلا صاحبِ دیوان شاعر تھا۔ وجہی، غواصی اور ابن نشاطی وغیرہ قطب شاہی دور اور نصرتی، ہاشمی اور رستمی وغیر ہ عادل شاہی دور کے معروف دکنی اردو شعراء میں شامل ہیں۔ وجہی کی کتاب ''سب رس'' اردو کی پہلی نثری تمثیل کا آغاز'' آغازِ داستان بہ زبانِ ہندوستان'' کے الفاظ سے ہوتا ہے۔ دکنی اردو کیمثالیں دیکھیے :

دکنی میں جوں دکھنی بات کا
ادا نیں کیا کوئی اس دھات کا(وجہی،قطب مشتری) [۳۳]

اسے ہرکس کتیں سمجھا کوں توں بول
دکھنی کے باتاں ساریاں کوں کھول (ابن نشاطی، پھول بن) [۳۴]

کیا ترجمہ دکھنی ہو ردل پذیر
بولیا معجزہ یوں کمال خاں دبیر (رستمی، خاورنامہ)[۳۵]

صفائی کی صورت کی ہے آرسید کھنی کا کیا شعر ہوں فارسی (نصرتی،گلشنِ عشق)[۳۶]

میرامن کی ''باغ وبہار'' کے دیباچے کے حوالے سے ڈاکٹر سلیم اختر کی رائے میں شاہجہان (وفات ۱۶۶۶ء) نے ملکی زبان کے لیے ''اردوئے معلیٰ'' کا نام تجویز کیا:

دلی شہر ہندوؤں کے نزدیک جوجگی ہے۔ انہی کے راجا پرجا قدیم سے وہاں رہتے تھے اور اپنی اپنی بھاکا بولتے تھے۔ ہزار برس سے مسلمانوں کا عمل ہوا۔ سلطان محمود غزنوی آیا، پھر غوری نے ہندو مسلمانوں کی آمیزش پائی۔ آخر تیمور نے جن کے گھرانے میں اب تک نام نہاد سلطنت کا چلا آتا ہے، ہندوستان کولیا۔ ان کے آنے اور رہنے سے لشکر کا بازار شہر میں داخل ہوا، اس واسطے شہر کا بازار اردو کہلایا۔ پھر ہمایوں بادشاہ پٹھان کے ہاتھ سے حیران ہوکر ولایت گئے۔ آخر وہاں سے آن کر پسماندوں کو گوشمالی دی، کوئی مفسد باقی نہ رہا کہ فتنہ وفساد برپا کرے۔ جب اکبر بادشاہ تخت پر بیٹھے تب چاروں طرف کے ملکوں سے سب قوم قدردانی اور فیض رسانی اس خاندان لاثانی کی سنی کر حضور میں آکر جمع ہوئے، لیکن ہر ایک آپس میں لین دین اور بولی جدا جدا تھی۔ اکٹھے ہونے سے آپس میں لین دین، سودا سلف، سوال وجواب کرتے ایک زبان اردو کی مقرر ہوئی۔ [۳۷]

گویا شاہی قلعہ اور دربار کے خواص نے اپنی زبان کو عوام سے الگ کر لیا اور اس دہلوی اور شاہ جہاں آبادی کی سند سمجھے جانے لگے۔ ودیا دھر مہاجن کا بھی یہی کہنا ہے کہ:

It is true that Urdu had come into existance before the Mughals but it made special process during the Mughal period...once Urdu was adopted as the medium of literacy expression by the writers of the metropolis, its development was rapid, and it soon replaced persian as the court language of Muslim India...to some extent, Wali had paved the way for it, but the process of change once to the new literacy language was facilitated by certain other featurs. The invasion of Delhi by the persian monarch Nadir Shah and the measures perpetrated by his anemy must have led to a revulsion of feelings against evertything Persion-including language. An accute literacy controvercy of the period further hastened the process, i.e, Hazin-Arzoo controvercy, the general efect of this controvercy must have been to set people thinking about the advisability of writing in Persion, and it is not without significance that Arzoo trained two rising poet (Mir and Sauda) to write in Urdu raltec rather in Persion. [۳۸]

آخری مغل دور میں قلعہ معلیٰ اورشاہی مینا بازار میں قبولیت کے بعد شعرا نے اردو زبان کے ساتھ اپنا احساس تفاخر جوڑ دیا۔

ہم ہیں اردوئے معلیٰ کے زبان دان اے عرش
مستند ہے جو کچھ ارشاد کیا کرتے ہیں(میر کلو عرش)[۳۹]

خدا رکھے زباں ہم نے سنی ہے میر ومرزا کی
کہیں کس منہ سے ہم اے مصحفی اردو ہماری ہے(مصحفی)[۴۰]

اردو ہے جس کا نام ہمیں جانتے ہیں داغ
ہندوستاں میں دھوم ہماری زبان کی ہے(داغ)[۴۱]

ڈاکٹر گیان چند کے بقول''جہاں تک لشکر، بازار یا لال قلعے سے ہٹ کر اردو کو زبان کے معنی میں استعمال کرنے کا تعلق ہے، اس کی قدیم ترین مثال میر محمدی مائل دہلوی شاگرد قائم کے دیوان (مرتبہ: ۱۲۵۸ء) میں ملتی ہے۔ تاریخ کا مصرعہ ہے: کہا تاریخ ہاتف نے کھلا ہے باغ مائل کا'' محمد اکرم چغتائی نے اس دیوان کے ایک قطعے میں سائل (شاعر) لفظ اردو کے بارے میں جواب دیتا ہے:

مشہور خلق اردو کا تھا ہندوی لقب
اگلے سفینوں بیچ یہ لکھ گئے ہیں سب ملا
شاہ جہاں کے عہد سے خلقت کے بیچ میں
ہندوی تو نام مٹ گیا، اردو لقب چلا[۴۲]

حافظ محمود شیرانی کی تحقیقات میں نثر میں سب سے پہلے عطا حسین خان تحسین نے''نوطرزِ مرصع'' اور نظم میں سب سے پہلے مراد شاہ لاہوری (۱۷۰۲ء) نے اردو کا لفظ بمعنی زبان استعمال کیا، بعد میں انہوں نے مصحفی کے اس شعر کو شاہ مراد پر اولیت دے دی:

خدا رکھے زباں ہم نے سنی ہے میرومرزا کی
کہیں کس منہ سے ہم اے مصحفی اردو ہماری ہے[۴۳]

حافظ محمود شیرانی نے اس سلسلے میں شاہ مراد کے ان اشعار کا حوالہ دیا ہے:

یہ قصہ جو ہے چار درویش کا
اگر نظم ہو تو بہت ہے بجا
ولیکن ہوار دو زباں میں بیاں
کہ بھاتی ہے ہر ایک کو یہ زباں[۴۴]

پنڈت دتاتریہ کیفی کیبقول سب سے پہلے اردو غزل شاہ جہاں کے عہد کے پنڈت چندر بھان برہمن (۱۶۵۳ء) نے کہی تھی۔

برہمن واسطے اشنان کے پھرتا ہے بگیا میں
نہ گنگا ہے نہ جمنا ہے نہ ندی ہے نہ نالا ہے[۴۵]

عبدالصمد صارم کے مطابق ''یہ امر قطعی طور پر ثابت ہے کہ پہلا شاعر گیان ناتھ ناگوری ہے، جس کے بعد بابا فرید گنج شکر (پنجاب)، دکن میں پہلا شاعر نام دیو، اس کے بعد خواجہ گیسو دراز''[۴۶] اسی طرح مولانا حامد حسن قادری کے خیال میں محمد حسین آزاد سے لے کر ڈاکٹر رفعیہ سلطانہ تک فضلی کی ''دہ مجلس'' یا کربل کتھا،خواجہ بندہ نواز کی ''معراج العاشقین''،سید اشرف جہانگیر سمنانی کا رسالہ تصوف واخلاق (۱۳۰۸ء)، ''رسالہ جنونیہ'' اور'پندنامہ'اور''چٹکی نامہ'' کو بالترتیب شمالی ہند میں اردو کی اولین نثری تصانیف قرار دیا گیا۔[۴۷] نصیر الدین ہاشمی نے ماہ لقا کو اردو کی پہلی صاحبِ دیوان شاعر کہا تھا لیکن جدید تحقیق کے مطابق ''ماہ لقا چندا'' کی جگہ ''لطف النساء امتیاز'' ہیں جن کا دیوان چندا کے دیوان سے ایک سال پہلے یعنی ۱۳۱۳ء میں مرتب ہوا ہے۔ان کا مندرجہ ذیل شعر اس دور کی زبان کا ایک نمونہ بھی ہے:

ہم سے نظروں کو چرا غیر سے کرتا باتیں
رس بھری آنکھیں پھرا کر وہ رسیلا میرا[۴۸]

زبان''اردو'' کے بارے میں یہ غلط فہمی کہ اردو لفظ ترکی زبان سے لیا گیا ہے، علامہ آئی آئی قاضی کی رائے یہ ہے کہ:

درحقیقت یہ ان اولین الفاظ میں سے ایک ہے جو آریہ اس خطے میں اپنے ساتھ لائے۔ یہ ثابت کرنا آسان ہے کہ یہ لفظ ترکی الاصل نہیں ہے۔ جیسا کہ بہت سے لوگوں کا خیال ہے۔ عام سندھی بول چال میں ''اردو'' ڈھیر یا اشیاء کے ذخیروں اور انسانوں کے اجتماع کو کہتے ہیں۔ اس لفظ کے یہ معنی عربوں کے سندھ میں وارد ہونے سے تین ہزار برس پہلے سے رائج ہیں، تاہم لفظ اردو، Urd سندھ یا ہند میں پیدا نہیں ہوا۔ اس کی ابتداء ما قبل تاریخ کے ماضی میں ہوئی۔ وہ لوگ جو لندالمانی Lindoze Ermanic زبانوں سے کچھ شناسائی رکھتے ہیں اس لفظ کو اسکینڈے نیویا، ایران اور ہندوستان میں (کہ یہ تینوں علاقے آریاؤں کے خاص وطن ہیں) بیک وقت موجود پاتے ہیں۔ قدیم ناروک Nordic دیو مالا میں لفظ''ارد Urd یا ارتھ Urth'' ایک دیوی کا نام ہے جو خود تقدیر ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لندالمانوی زبانوں کے بولنے والوں میں اپنے مغربی ومشرقی مساکن کی طرف مراجعت سے پہلے ہی یہ لفظ مستعمل تھا۔ اگر ہم ''اوستا'' یا قدیم فارسی کا مطالعہ کریں تو ہمیں یہ لفظ وہاں مل جائے گا ۔۔۔اردبل کا شہر اور اردشیر'' بادشاہ اس لفظ کے استعمال کا ثبوت ہیں۔ جس مفہوم میں یہ لفظ آج سندھ میں مستعمل ہے اسی مفہوم میں جدید فارسی میں بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً فوج،کیمپ، بازار وغیرہ اور ان تمام مفاہیم میں قدر مشترک واضح ہے۔ یہ ڈھیر بھی ہے مجمع اور مجموعہ بھی۔۔۔ پس ہم دیکھتے ہیں کہ لفظ''ارد'' آریائی زبان کے قدیم ترین لفظوں میں سے ہے اور آج تک زندہ چلا آتا ہے۔ یہ وہ لفظ ہے جو لفظ''ارد'' کا ماخذ ہے جس کے معنی ایسے مجمع کی زبان کے ہیں جس

میں ہر قسم کے لوگ شامل ہوں۔ [۴۹]

ایک نظریہ یہ بھی ہے کہ اردو کا لفظ دراصل لاطینی الاصل ہے اور Horde سے بنا ہے جس کے معنی گروہ، مجمع، لشکر اور بعض اوقات خانہ بدوش بھی ہیں(۵۰)۔اردو زبان کے نام کے سلسلے میں تیسرا نظریہ ڈاکٹر کم یونگ کیو نے پیش کیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ اردو کا لفظ کوریائی زبان ''ار'' سے نکلا ہے:

جدید دور ہجری میں وسط ایشیاء کے یورال الطائی قبائل سے کچھ قبیلے مغربی ایشیاء کے میسوپوٹیمیائی علاقوں سے ہوتے ہوئے برصغیر میں داخل ہوئے، وادی سندھ کی تہذیب کے بانی ٹھہرے اور دراوڑی کہلانے لگے۔۔۔ اس طرح ہند آریائی اور دراوڑی زبانوں نے آپس میں بہت سے الفاظ بھی مستعار لیے۔۔۔ اس لیے کوریائی، دراوڑی اور اردو کا سانچہ ایک جیسا ہے یعنی ان زبانوں کی ترتیب میں پہلے فاعل، پھر مفعول اور آخر میں فعل آتا ہے، اسم، فعل، ضمیر اور اسم صفت کا عمل بھی تقریباً ایک جیسا ہے۔۔۔کوریائی زبان میں ''گھر'' یا ''ٹھہرنے کی جگہ'' کے معنی میں ''اُر یا ال'' استعمال کیا جاتا ہے۔مشرق بعید کی زبانوں مثلاً کوریائی اور جاپانی وغیرہ میں 'ل' اور 'ر' قریب المخرج آوازیں ہیں اور ان کے درمیان امتیاز مشکل ہے۔سنسکرت میں بھی یہ دونوں اصوات ایک ہی سمجھی جاتی ہیں۔۔۔ اردو، دراصل ترک زبان کا لفظ سمجھا جاتا ہے جس کے معنی ''پڑاؤ'' کے ہیں۔خود ترک زبان میں یورال الطائی خاندان میں شامل ہے اور دراوڑی بھی۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ لفظ 'اردو' بھی یورال الطائی خاندان کی زبان 'ار' سے نکلا ہوگا جس کے معنی ''گھر'' پڑاؤ یا ٹھہرنا کے ہیں۔ [۵۱]

اردو زبان جس طرح سے مغل اور دکن درباروں میں سیاست کا حصہ بنتی رہی اسی طرح انگریزوں نے نوآبادیاتی دور میں اسے ایک بہترین سیاسی اوزار کے طور پراستعمال کیا۔جان گلکرسٹ نے بھی 'قصصِ ہند' کے دیباچے میں اپنی تحریروں کے لیے 'ہندوستانی' کا لفظ استعمال کیا ہے:''میں نے ہندوستانی کی تعریف یہ کی کہ وہ ایسی زبان ہے جس میں ہندی، عربی اور فارسی کی آمیزش برابر تناسب سے ہو' (۵۲) گویا وہ اردو ہندی دونوں کو محض لفظیات کی بنیاد پر دیکھ رہے تھے، شاید اسی لئے فورٹ ولیم کالج کے نوآبادیاتی اہداف کے لئے سیاسی حکمت عملیوں کو واشگاف کرتے ہوئے *F.E. Keay* نے لکھا ہے کہ فورٹ ولیم کالج کے معروف منشی مصنف للو جی لال گجرات سے ہجرت کرکے شمالی ہند میں مقیم ہونے والے برہمن خاندان سے تعلق رکھتے تھے جنہوں نے گلکرسٹ کے کہنے پر شدھ ہندی کا آغاز کیا:

Under the direction of Dr. John Gilchrist he (Lallu Ji Lal) and Sadal Misra were the creaters of modern "High Hindi". Many dilects of Hindi were, as we have seen, spoken in North India, but the vehicle of polite speach amongst those who did not know persian was urdu. Urdu, however had a vocabulary

borrowed largly from the persian and Arabic languages which were specially connected with Mohammadanism. A literacy language for Hindi-speeking people which could commend itself more to Hindus was very desirable, and the result was produced by taking Urdu and expelling from it words of Persian and Arabic origin, and substituting for them words of sanskrit or Hindi origin... the Hindi of Lallu Ji Lal was really as new literacy dilect. This "High Hindi" or "Standard Hindi" as it is also called, has had however a greet success. [٥٣]

اس دور میں ہندو مسلم لسانی بنیادوں پر قوم پرست حساسیت کی ابتدا سرسید احمد دور کے اردو ہندی تنازع بنی۔ بقول خالد بن سعید :

Altaf Hussain Hali in his biography of Sir Sayyid suggests that Sir Sayyid bacame suspicious about Hindu intentions after, 1867 when they started compaigning in Benaras for the substitution of Hindi with its Devnagri script for Urdu with its persian script as a court language.[٥٤]

١٨٦٧ء کے بعد ١٩٠٠ء میں یو۔ پی کے گورنر سرانٹونی میکڈونل نے لارڈ کرزن کی حمایت سے انتظامی معاملات کی سہولت کے لیے ہندی زبان اختیار کرنے کا حکم دیا۔ احتجاجاً نواب محسن الملک نے علی گڑھمیں دفاعِ اردو کانفرنس کا انعقاد کیا جس میں اپنی مشہور نظم ''اردو کا جنازہ ہے، ذرا دھوم سے نکلے'' پڑھی۔ لیکن بعدازاں اردوزبان فارسی اور دیوناگری دونوں طرح کے رسم الخط میں لکھی جانے لگی۔ ١٩٣٨ء میں مہاتما گاندھی نے ہندو مسلم ہم آہنگی کے لیے ہندوستان کی زبان کو اردو، ہندی یا ہندوستانی نام دینے کی طرف توجہ دلائی۔ ''اردو'' کو مسلمانوں اور ''ہندی'' کو ہندوؤں کی زبان سمجھے جانے کی وجہ سے کانگریسی رہنماؤں نے تیسری زبان کی تشکیل یعنی ''ہندوستانی'' پر غور شروع کیا۔ کانگریس ہندی اردو کا جھگڑا نمٹانے کے لیے گاندھی جی نے ١٩٣٩ء میں ناگپور میں منعقدہ بھارتیہ ساہتیہ پریشد کی کانفرنس میں سیاسی مصلحتوں کی بنا پر ''ہندی ہندوستانی'' کا لفظ ایجاد کیا۔ بہار گورنمنٹ کی ایک کمیٹی نے ''ہندوستانی'' کے لیے اردو اور ہندی سے غیر مانوس عربی سنسکرت الفاظ کے اخراج اور دونوں زبانوں کے مستند ادیب وشاعر کی تحریروں کو ٹکسالی مان کر گرامر، لغت اور نصاب کی تیاری کا آغاز کیا۔ پنڈت نہرو نے اپنی سوانح میں کہا کہ ''اردو کو مسلمانوں کی زبان قرار دینا بے معنی بات ہے، اردو سرزمین ہند میں پیدا ہوئی ہے۔ [٥٥]

اردو محققین کے بقول مختلف صوبوں اور علاقوں کی رعایت سے اردو زبان گوجری، پنجابی وغیرہ بھی کہلاتی رہی۔ مولوی عبدالحق کے بقول ''یہ زبان (اردو) دکن میں آئی اور اس میں دکنی الفاظ اور لہجہ داخل ہوا تو دکنی کہلائی اور گجرات پہنچی تو اس خصوصیت کی وجہ سے گجری اور گجراتی کہی جانے لگی۔ [٥٦] یہ انداز فکر مسلسل آگے بڑھتا رہا۔ جیسا کہ پچاس کی دہائی میں پاکستانی ادب کا نعرہ لگایا گیا تھا

اسی طرح بعض اردودانشوروں نے چینی، جاپانی، عربی، روسی کی طرح ملک وقوم کے نام پر اردو کا نام ''پاکستانی'' تجویز کیا۔آج ای میل، فیس بک، موبائل فون اور ٹی وی اشتہارات میں رومن اردو کے رجحان اور تعلیمی و میڈیائی سطح پر انگریزی کے بڑھتے ہوئے غلبے کوسامنے رکھتے ہوئے ڈاکٹر رؤوف پاریکھ نے اردو کی نئی کروٹوں کی مناسبت سے اس کے لیے پنگلش، اردش یا انگدو جیسے نام تجویز کیے ہیں:

> *The Engdu-American expressions used in Japanese newspapers are sometime referred to as "Japlish" Singaporean English is nicknamed "Singlish. The Indian edition of English is labelled, bacause of the influencoe of Hindi, as 'Hinglish'. Taking a cue, can we call the Pakistani version 'pinglish'?...in some instances, the Urduization of English reaches such lengths that it seconds something like 'Urdish' or '*Engdu'. [۵۷]

زبان ایک نامیاتی وجود ہے جو اپنے اندر بہت سے الفاظ دوسری زبانوں سے لے کر اپنی وسعت، گنجائش اور امکانات میں اضافہ کرتی رہتی ہیں۔اردو اور ہندی کی تہذیبی و سیاسی مسابقت ابھی مکمل نہیں ہوئی۔ انگریزوں کے نوآبادیاتی دور کے بعد کا دور انگریزی اور مقامی زبانوں کے ساتھ ساتھ گلوبل ولیج اور جدید ترین مواصلاتی ٹکنالوجی کے دباؤ کے تحت نئی شناختوں اور چیلنجوں کی طرف رواں دواں ہے۔

حوالہ جات

1. *Student merit Encyclopedia, 10th VOL, 1987, page 534*

2. *Encyclopedia Britanica 7th vol page 702, 1992*

۳۔ جمیل جالبی،ڈاکٹر، تاریخ ادب اردو، مجلس ترقی ادب، لاہور،جلداول،۲۰۰۵،ص ۷

۴۔ مسعودحسین خان، ڈاکٹر،مقدمہ تاریخِ زبانِ اردو، اردو مرکز ،لاہور،۱۹۷۷ء،ص۱۳ تا ۲۸

۵۔ ایضاً

۶۔ ایضاً،ص۴۲ تا ۴۹

۷۔ شوکت سبزواری، ڈاکٹر، داستانِ زبانِ اردو، دہلی, چمن بک ڈپو، ۱۹۶۱ء،ص۹۴

۸۔ ایضاً

۹۔ سہیل بخاری، ڈاکٹر، اردو زبان کا آغاز وارتقاء،مشمولہ اردو زبان کی تاریخ مرزا خلیل بیگ، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علیگڑھ ،۱۹۹۵ء،

ص۱۱۴، ۱۱۵

۱۰۔ امیر خسرو، دیباچہ غرۃ الکمال، بحوالہ ''نقوش'' ادبی معرکے نمبر، شمارہ ۱۲۷، ادارہ فروغِ اردو، لاہور، ستمبر ۱۹۸۱ء، ص۱۱۶

۱۱۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ، بیسواں ایڈیشن، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۰ء، ص۵۳

۱۲۔ ایضاً، ص۵۱

۱۳۔ نقوش، ادبی معرکے نمبر، شمارہ ۱۲۷، ادارہ فروغِ اردو، لاہور، ستمبر ۱۹۸۷ء، ص۱۳۶

۱۴۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ، ص۵۳

۱۵۔ غالب، مرزا، دیوانِ غالب، ء الحمد پبلی کیشنز، لاہور، دسمبر ۱۹۹۹ء، ص۳۹

۱۶۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ، ص۴۳۔۴۴

۱۷۔ ایضاً، ص۴۵،

۱۸۔ مسعود حسین خان، ڈاکٹر، مقدمہ تاریخ زبانِ اردو، ص۹۷، ۹۸

۱۹۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، تاریخِ ادب اردو، جلد اول، ص۲۷

۲۰۔ سہیل بخاری، ڈاکٹر، اردو زبان کا آغاز وارتقاء، مشمولہ اردو زبان کی تاریخ از مرزا خلیل بیگ، ص۱۱۷

۲۱۔ مرزا خلیل احمد بیگ، مرتب، اردو زبان کی تاریخ، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۱۹۹۵ء، ص۱۴۴

۲۲۔ ایضاً، ص۱۴۳

۲۳۔ سہیل بخاری، ڈاکٹر، اردو زبان کا آغاز وارتقاء، مشمولہ اردو زبان کی تاریخ از مرزا خلیل بیگ، ص۱۱۸

۲۴۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، تاریخِ ادب اردو، جلد اول، ۱۹۸۶ء، ص۲۵

۲۵۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ، ص۴۳۔۴۴

۲۶۔ مرزا خلیل احمد بیگ، مرتب، اردو زبان کی تاریخ، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۱۹۹۵ء، ص۱۴۶۔۱۴۷

۲۷۔ ایضاً، ص۱۵۸

۲۸۔ ایضاً، ص۱۵۹

۲۹۔ ایضاً، ص۱۲۱، ۱۲۲

۳۰۔ ایضاً، ص۱۵۷

۳۱۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، تاریخِ ادب اردو، جلد اول، ص۱۵۶

۳۲۔ مرزا خلیل احمد بیگ، مرتب، اردو زبان کی تاریخ، ص۲۸۶

۳۳۔ نقوش، ادبی معرکے نمبر، ص۱۳۴

۳۴۔ ایضاً

۳۵۔ ایضاً

۳۶۔ ایضاً

۳۷۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ، ص۶۷

38. page 332-333 V. D.Mahajah, Mughal Rule in India, 14th Edition, Shahrayar Publishers, Lahore, 1982,

۳۹۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ، ص۵۶

۴۰۔ ایضاً، ص۵۳

۴۱۔ کمالِ داغ، حامد حسن قادری اردو اکیڈمی سندھ، کراچی،، ۱۹۸۵ء، ص۵۷

۴۲۔ گیان چندجین، مشمولہ، اردو زبان کی تاریخ، مرتبہ مرزا خلیل احمد بیگ، ص۳۹

۴۳۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ، ص۵۶

۴۴۔ ایضاً، ص۵۹

۴۵۔ ایضاً، ص۴۶

۴۶۔ ایضاً، ص۶۰

۴۷۔ ایضاً، ص۶۰

۴۸۔ ایضاً، ص۱۴۱

۴۹۔ ایضاً، ص۵۸

۵۰۔ ایضاً

۵۱۔ کم یونگ کیو، ''اردو کا لفظ کوریائی 'ار' سے نکلا ہے''، مشمولہ ماہنامہ قومی زبان، کراچی، جلد ۲۰، انجمن ترقی اردو پاکستان، شمارہ مئی ۱۹۹۸ء، ص۳۱۔۳۲

۵۲۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ، ص۵۴

۵۳۔ *F.E. Keay* از *A History of Hindi literature* بحوالہ اردو زبان کی تاریخ، مرتبہ مرزا خلیل احمد بیگ، ص۳۹۸

54. Khalid B. Saeed, PAKISTAN:The Formative Phase 1857-1948,Oxford University Press, Karachi, 2nd Edition, 2000, page 18

۵۵۔ نقوش، ادبی معرکے نمبر، ص۸۸

۵۶۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ، ص۶۶

57. Dawn (Magazine), Sunday, March 10, 2002, page 6